مطبوعات

ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک

از جناب مولانا مسعود عالم صاحب ندوی۔

شائع کردہ:۔ دارالاشاعت نشأۃ ثانیہ، جدید ملے پلی، حیدرآباد دکن۔ صفحات ۱۸۲۔ قیمت مجلد ۳؎۔

ہندوستان کی "مسلم تاریخ" میں حقیقی اسلام کی روح پہلی مرتبہ مجدد الف ثانی کا قالب اختیار کرتی ہے اور پھر یہی روح شاہ ولی اللہ دہلوی کے سینے میں پل کر "سید شہید" بنتی ہے، جس کے قلب سے تحریک اسلامی کی جوئے نور بہ نکلی۔ اگر ہندوستان کی مسلم تاریخ میں مجاہدین کے خون سے لکھا ہوا یہ باب شامل نہ ہوتا تو دنیوی سیاست کی یہ ساری داستان مدت العمر ہمیں شرمسار رکھنے والی تھی۔ مگر اس داستان کا حال وہی ہوا کہ

اڑائے کچھ ورق لالے نے، کچھ نرگس نے، کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

واقعات کی کچھ مہریں شہادت گاہ بالاکوٹ کے ذروں پر ثبت تھیں، حوادث کے کچھ نقوش طاغوتی عدالتوں کے ریکارڈ میں مدفون تھے، جہاد حق کے کچھ یادگار نامے بعض دیندار علمی گھرانوں کے پاس محفوظ تھے اور رہی سہی خبریں برطانوی پروپگنڈا بازوں کے ہتھے چڑھیں جنھوں نے ان خبروں کو سیاسی مصلحتوں کے خراد پر چھیل چھال کر کچھ کا کچھ بنادیا۔ اس مواد کو کھنگالنے اور تحقیق کی چھلنی سے چھاننے کے کام سے مسلسل تغافل ہوتا رہا، کیونکہ حکومت تو اس "ذہنی زہر" سے مسلمانوں کو بچانا ہی چاہتی تھی، خود مسلمان بھی کافرانہ طرز سیاست کو اختیار کرلینے کی وجہ سے ایک خالص اسلامی تحریک میں کوئی وجہ دلچسپی نہیں پارہے تھے۔

آخر کار ندوہ کے دو طالب علموں نے تاریخی جواہرات کے اس خزانے کو کھود نکالنے اور مسلمانوں کے سامنے لا رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس کام میں ایک عرصہ لگ گیا اور بہت ہی موزوں وقت پر دونوں اصحاب کے نتائج تحقیق دامن امت کی زینت ہیں۔ میری مراد ایک تو مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی اور ان کی تالیف "سیرت سید احمد شہید" اور دوسرے مولانا مسعود عالم صاحب ندوی اور ان کی پیش نظر کتاب

"ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" سے ہے۔

دونوں اصحاب نے میدان کار کو تقسیم کر لیا تھا، یعنی علی میاں نے آغاز دعوت سے چل کر شہادت گاہ بالاکوٹ تک کے مراحل کا بیان اپنے ذمہ لیا اور مولانا مسعود صاحب نے بالاکوٹ کے حادثہ کے بعد کے احوال کی چھان بین فرمائی ہے۔ علی میاں اپنی کتاب میں محض ایک دردمند مخلص مبلغ کی حیثیت میں نمودار ہوئے ہیں اور زیادہ تر مثبت معلومات پیش کرتے ہیں۔ لیکن مولانا مسعود بیک وقت مبلغ بھی ہیں اور محقق بھی، یعنی ایک طرف وہ انگریز اہل قلم کے پروپگنڈوں اور غلط فہمیوں کی محققانہ تردید کرکے اور حقیقتوں کو نکھار کر سامنے لاتے ہیں اور دوسری طرف اپنے مبلغانہ جذبات کو اپنی تحریر میں سمو کر قلب و نظر کو تحریک دلانے کا فریضہ بھی سرانجام دیتے ہیں۔ اس کام میں جتنی عرقریزی اور پتہ ماری کی گئی ہے اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ صرف انہی کو ہو سکتا ہے!

اس کتاب میں تحریک جہاد کی تنظیم، راہ حق کے مصائب، مخالفین کی سرگرمیاں، نظام کفر کی زیادتیاں اور اپنوں کی ستم ظریفیاں، سبھی کچھ کم از کم اس حد تک سامنے آگیا ہے جس حد تک آج کے علمبرداران تحریک اقامت دین کو اپنی پیش رو تحریک جہاد کے متعلق جاننا چاہیے۔ ماضی قریب میں وادی حق میں اقدام کرنے والوں کے مبارک نقوش قدم ہمارے سامنے رکھ دیے گئے ہیں اور ان کا مطالعہ کرکے ہم کتاب و سنت کے تقاضوں کو پورا کرنے کا صحیح نہج معلوم کر سکتے ہیں۔

بحمداللہ کہ مولف کا قلم کسی انسانی عقیدت سے مسحور نہیں ہے کہ اشخاص کے اسوہ کو وہ اسوہ رسول کی طرح تنقید سے بالاتر قرار دے۔ بلکہ جا بجا ان انسانی لغزشوں کی طرف اشارات کیے گئے ہیں جن پر کسی نہ کسی حد تک تحریک جہاد کے اس طبعی انجام کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے، جس کا سامنا مجاہدین کو کرنا پڑا۔ مورخ اگر اس نامطبوع فریضہ سے چشم پوشی کر جائے تو تاریخ سے صحیح استفادہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔

"وہابیت" کی اصطلاح کی توضیح کرکے جناب مولف نے ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ اصطلاح محض اس غرض سے گھڑی گئی ہے کہ تحریک اسلامی کا راستہ روکنے کا کام دے اور جب کسی داعی حق کا منہ بند کرنے کے لیے محکم دلائل مزاحمین کے پاس نہ رہیں تو اسے وہابی کہہ کر مسلمانوں کا مبغوض

بنا دیا جائے۔ چنانچہ اس ایجاد نے اپنا مقصد بہت خوبی سے پورا کیا ہے۔ لیکن اب جب کہ اقامت دین کا کام پھر آغاز کیا جا رہا ہے، یہ ایک اچھی پیش بندی ہے کہ "وہابیت" کی حقیقت کھول کر دشمن کے ہاتھ سے لکڑی کی یہ تلوار بھی چھین لی گئی ہے۔

جناب مولف نے جس حق کا احقاق کتاب میں کیا ہے، بحمداللہ کہ وہ عملاً اسی حق کے مخلص علمبردار ہیں اور اس وجہ سے یہ مختصر سی کتاب ان ذخائر علمی پر بھاری ہے جن کے مؤلفین و مصنفین اگرچہ قلم کے بادشاہ ہیں، مگر اپنے ہی پیش کردہ حق کا اتباع کرنے سے سب سے پہلے خود ہی گریزاں ہیں۔

کتاب میں اغلاط کی اتنی کثرت ہے کہ صفحوں کا تو اغلاط نامہ ہی شریک اشاعت ہے اور اس چیز نے خود مولف کے ذوق کو بہت مجروح کیا ہے، مگر مجبوری!

معین الفرائض مرتبہ جناب مفتی محمود حسن صاحب اجمیری، مدرس اول جامعہ حسینیہ راندیر (سورت)

جناب مولف سے طلب کریں۔ قیمت: ۸/

علم میراث پر یہ ایک اچھی کتاب ہے۔ اس میں متعلقہ اصطلاحات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے اور تقسیم ترکہ کے اصول اور فروع بھی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس علم کی اپنی ایک مستقل ریاضی ہے اور مولف نے اسے بھی اچھی طرح اپنی مختصر کتاب میں سمیٹ لیا ہے۔ ایسی کتابیں ان لوگوں کی نگاہ سے ضرور گذرنی چاہئیں جو شریعت کے قانون وراثت کو اپنی اور دوسروں کی زندگیوں میں عملاً جاری کرنا چاہتے ہیں۔ نیز ابتدائے بچوں کو بھی اس ضروری علم اور اس سے تعلق رکھنے والی ریاضی سے ہر مسلمان کو واقف کرنا چاہیے۔ جو لوگ وراثت اور زکوٰۃ کی ریاضی کے بجائے اپنے بچوں کو سود کی ریاضی سکھانے میں مصروف ہیں، وہ خدا کو کیا جواب دیں گے؟

منشور اقوام متحدہ از جناب محمد حمید اللہ صاحب، استاذ قانون جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔ دکن۔ قیمت ۸/

ملنے کا پتہ:۔ حیدری گشتی کتب خانہ، رسالہ عبداللہ، نظام شاہی روڈ، حیدرآباد، دکن۔

بے خدا تہذیب کے بنائے ہوئے نظام زندگی میں ایک ایسا خلا پایا جاتا ہے جسے پر کرنے میں مسلسل ناکامی ہو رہی ہے۔ پہلے یہ خیال تھا کہ افراد کی ہدایت اور نگرانی کے لیے حکومت کا ادارہ کافی ہوگا، پھر حکومتوں کی بدعنوانیاں دیکھ کر جمہور قوم کو ان کا نگراں بنایا گیا، اس پر معلوم ہوا کہ جمہور کا اجتماعی ذہن اور کیرکٹر بھی کسی بھروسے کے قابل